ڈاکٹر محمود الحسن عارف

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ:
شخصیت کے چند پہلو

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس صدی کے ایک انتہائی بالغ نظر، بلند پایہ عالم، محقق اور ادیب تھے، جنہوں نے سیرت طیبہ، علوم قرآن اور اسلام کے نظریات و افکار کو اپنا موضوع بنایا اور اس پر اپنی پوری زندگی محنت، لگن اور پورے شوق سے تصنیف و تالیف کا کام انجام دیا اور بالآخر ۹۵ برس کی عمر پا کر اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو کچھ ایسی امتیازی خصوصیات اور اوصاف سے نوازا تھا جو ان کی شخصیت کا حصہ اور لازمہ بن گئے تھے، انہوں نے ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ ۹ فروری ۱۹۰۸ء کو حیدر آباد (دکن) میں آنکھ کھولی، ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے اسی آبائی وطن حیدر آباد (دکن) سے اور اعلیٰ تعلیم اپنے ہی علاقے کی جامعہ عثمانیہ سے حاصل کی۔ ایم۔اے، ایل ایل بی اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں امتیاز کے ساتھ حاصل کرنے کے بعد، وہ فرانس میں سوربون (پیرس) چلے گئے، جہاں انہوں نے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی، اور پھر بون (جرمنی) سے ایل ایل ٹی کیا، بعد ازاں وہ اپنے وطن میں واپس آ گئے اور کئی سال تک جامعہ عثمانیہ (دکن) میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۴۸ء میں وہ حیدر آباد (دکن) سے اپنی مملکت کی آزادی کے حمایت کے لئے یورپ گئے ہوئے تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں بھارت نے اس آزاد اسلامی ریاست پر شب خون مارا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے ''غلام وطن'' میں واپس جانا گوارا نہ کیا اور فرانس ہی میں ٹھہر گئے، تاہم ان کے کردار کی عظمت یہ ہے کہ انہوں نے اس غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنا بھی قبول نہ کیا، بلکہ تمام عمر محض اپنا اقامہ میں توسیع کراتے رہے، یہاں تک کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا، اور وہ اپنے ''وطن اصلی'' کی طرف روانہ ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب محترم بڑی دل آویز شخصیت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا اور کچھ خصوصیات انہوں نے ریاضت اور محنت سے حاصل کی تھیں، ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں جو اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اوصاف موجود تھیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

استادانہ اہلیت:

ڈاکٹر صاحب بنیادی طور پر ایک استاد تھے، انہوں نے بطور استاد، جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد (دکن)

سوربون یونیورسٹی (فرانس)، استنبول یونیورسٹی (ترکی) میں تدریسی خدمات انجام دیں، علاوہ ازیں وہ بیس برس تک ''نیشنل سنٹر آف سائنٹفک ریسرچ'' کے ساتھ بھی منسلک رہے............اس کے علاوہ انہوں نے دنیا کی بہت سی جامعات میں درس (لیکچر) بھی دیئے۔ انہوں نے ہمارے شعبہ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی) کو جو اپنا کوائف نامہ ارسال کیا تھا، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ حجاز، یمن، ایران، عراق، شام، لبنان، فلسطین، مصر، ترکی، جرمنی، ہالینڈ، برطانیہ، فرانس، افغانستان، مراکش، تیونس، الجزائر، پاکستان اور بھارت کی لائبریریوں اور جامعات کا دورہ کر چکے ہیں، ان علاقوں میں سے بہت سے علاقوں میں انہوں نے بہت سے لیکچر بھی دیئے۔

سادگی:

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت بہت سادہ تھی، وہ دنیائے اسلام کے عظیم ترین عالم اور محقق ہونے کے باوجود بڑی سادہ بودوباش اور طرز زندگی رکھتے تھے، وہ سادہ لباس پہنتے اور سادہ کھانا کھاتے، انہیں بڑے بڑے ہوٹلوں اور بڑی بڑی سوسائٹیوں میں اٹھنے بیٹھنے سے کوئی دلچسپی نہ تھی، وہ ہر کسی سے بڑی خندہ پیشانی اور محبت و اخلاص کے ساتھ ملتے، اگر کوئی طالب علم بھی ان کے پاس آتا، تو اس کی بھی بڑی خندہ پیشانی سے پذیرائی کرتے اور جہاں تک ہوتا اس کی امداد فرماتے، دنیا بھر سے لوگ مختلف عنوانات پر، ان سے رہنمائی کے لئے خطوط لکھتے تھے، ڈاکٹر صاحب اپنے ہاتھ سے ان کو جواب دیتے اور ان کی علمی اور فکری رہنمائی فرماتے۔

ورع و تقویٰ:

ڈاکٹر صاحب بہت ہی متقی اور پرہیزگار شخصیت کے حامل بزرگ تھے، انہوں نے یورپ جیسے ملک میں رہ کر ورع و تقویٰ کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی، جو اس دور میں کسی دوسرے شخص کے لئے ممکن نہیں ہے، انہوں نے گزشتہ ۳۳ سالوں سے گوشت خوری ترک کر رکھی تھی، اس خیال سے کہ مبادا کوئی حرام کا لقمہ ان کے حلق سے نیچے اتر جائے۔ شروع شروع میں پنیر کھا لیتے تھے، لیکن بعد میں انہوں نے اسے بھی چھوڑ دیا تھا۔

اس سلسلے میں ان کی مثال امام ابوحنیفہؒ جیسی ہے کہ جب انہیں پتہ چلا کہ ایک چوری شدہ بکری شہر کی بکریوں میں مل گئی ہے، تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ بکریوں کی زیادہ سے زیادہ عمر کیا ہوتی ہے، بتایا گیا کہ بکری کی عمر عام طور پر سات سال تک ہوتی ہے، تو امام ابوحنیفہ نے سات سال تک چھوٹا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اسی طرح ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے بھی اسی ''حنفی دستور'' پر عمل کیا، وہ گوشت کے بجائے سبزی تناول فرماتے، دودھ سے بنی ہوئی چیزیں کھاتے، انڈا اور پھلوں سے استفادہ کرتے، لیکن اس خیال سے کہ یورپ میں جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اور گوشت تیار کرتے ہوئے، مطلوبہ اسلامی احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جاتی، انہوں نے گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا، حتیٰ کہ کمزوری کی بناء پر، ان پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور وہ تقریباً اپریل ۱۹۹۹ء سے مستقل طور پر قومے کی حالت میں تھے۔

اس کے علاوہ انہوں نے زندگی بھر شادی نہیں کی اور بڑی پاکدامنی سے زندگی بسر کی، جو کچھ کمایا وہ یا تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا، یا اس سے کتابیں خریدیں، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء میں انہیں فیصل ایوارڈ کی جو رقم ملی، وہ ساری کی ساری ''ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد'' کو دے دی تاکہ وہاں علمی اور ادبی کتابوں کی تعداد بڑھائی جاسکے۔

یہ ورع وتقویٰ ہی ان کی اس طویل العمری کا ''راز'' تھا، جیسا کہ جامعہ ازہر کے ایک قدیم استاد سے، جن کی عمر سو برس سے متجاوز تھی، طول العمری کا راز پوچھا گیا، تو انہوں نے بتایا کہ ''ہم نے نوجوانی کی عمر میں اپنے اعضا کی حفاظت کی، تو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں ہماری حفاظت فرمائی'' ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی طویل العمری کا بھی یہی اصل راز تھا۔

تصنیف وتالیف:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بیسویں صدی عیسوی کے ایک عظیم مسلمان محقق اور مصنف تھے، ان کے قلم سے ۱۶۵ سے زیادہ کتابیں اور ۹۳۷ کے قریب مقالات نکلے، جو اسلام کے مختلف موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں جس دور میں پیدا کیا، یہ دور اسلامی علوم وفنون کے لئے زوال وانحطاط کا دور تھا، مسلمان محققین نے تحقیق کا میدان یورپ کے مستشرقین کے لئے کھلا چھوڑ دیا تھا اور تحقیق پسندی کے بجائے، مسلمان علماء قدیم دور سے چلے آنے والے روائتی انداز واسلوب کے عادی ہو کر رہ گئے تھے، جبکہ یورپ کے نام نہاد فضلاء آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ سے لے کر اسلامی موضوعات کے میدان میں دندناتے پھرتے تھے، مسلمان علماء کی ایک کمزوری یہ تھی کہ وہ یورپین زبانوں سے ناواقف تھے لہٰذا ان کے لئے اپنی تصانیف اور اپنی تحقیقات کو یورپ کے ایسے اہل علم تک پہنچانا ممکن نہ تھا جو کہ سیرت طیبہ اور اسلام کی عظیم شخصیات کا مطالعہ، صحیح تناظر میں کرنا چاہتے تھے، اور مسلمان علماء جن زبانوں میں تصنیف وتالیف کر رہے تھے، ان زبانوں سے اہل یورپ ناواقف تھے، اور مسلمان اہل یورپ کی زبانوں سے نابلد تھے، اللہ تعالیٰ نے اس خلا کو پُر کرنے کے لئے جن علماء اور اکابرین کو پیدا کیا، ان میں ایک بہت بڑا نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مغربی زبانوں میں سیرت طیبہ، قرآن مجید، قانون اسلام وغیرہ کے میدان منتخب کئے اور ان پر تصنیف وتالیف کا ایک نئے انداز سے آغاز کیا، اس زمانے میں مغرب میں اسلام کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں اور بہت سے شکوک وشبہات پھیلائے جا رہے تھے، انہوں نے پیرس (فرانس) کی یونیورسٹی سوربون میں پی ایچ ڈی کے لئے جس موضوع کا انتخاب کیا، وہ موضوع بھی سیرت طیبہ سے تعلق رکھتا تھا، آپ کے تحقیقی مقالے کا عنوان تھا ''عہد نبویؐ اور عہد خلافت راشدہ میں سفارت کاری'' اپنے اس مقالے کے ذریعے انہوں نے پہلی مرتبہ اس عنوان پر قلم اٹھایا تھا، اس مقالے کی تحریر وتدوین کے دوران میں انہوں نے جو مسودات دنیا کے مختلف کتاب خانوں سے جمع کئے، ان کی بنیاد پر، اپنی مشہور کتاب ''الوثائق السیاسیۃ'' مدون کی۔ اس طرح انہوں نے عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کے

جملہ سیاسی وثیقہ جات‘ یعنی دستاویزات کو مدون کرنے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا‘ یہ کتاب اس عہد کی مرتب ہونے والی اہم ترین کتابوں میں سے ایک ہے‘ جس سے کوئی بھی محقق اور سیرت طیبہ کا طالب مستغنی نہیں رہ سکتا‘ اسی علمی تصنیف کا یہ اثر تھا کہ یورپ میں عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے ادوار کے بارے میں جو رطب و یابس جمع کیا جارہا تھا اس کی اہمیت وحیثیت ختم ہوگئی۔

انہوں نے سیرت طیبہ پر بہت سی کتابیں اور بہت سے مقالات لکھے‘ فرانسیسی زبان میں ان کی سیرت کی کتاب دو جلدوں میں طبع ہوئی‘ اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے‘ اس کتاب نے یورپ کے علمی حلقوں میں دھوم مچادی اور یورپ میں اسلام تبلیغ واشاعت کا کام کرنے والے لوگوں کو بڑی تقویت ملی‘ چنانچہ اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور سیرت نگاری کے ایک نئے دور کی ابتداء ہوئی۔

انہوں نے دنیا کا پہلا تحریری آئین ''میثاق مدینہ'' عہد نبوی کے میدان جنگ اور ''اسلام کے ابتدائی دور میں انتظامیہ اور عدل وانصاف'' جیسے عظیم کتابیں اور مقالات تصیف وتالیف کئے‘ پاکستان میں اسلامیہ یونیورسٹی‘ بہاولپور میں انہوں نے جو خطبات دیئے جو ''خطبات بہاولپور'' کے نام سے چھپ چکے ہیں‘ یہ خطبات سیرت طیبہ کے موضوع پر‘ ان کی مہارت علمی کا اعلیٰ ترین ثبوت ہیں۔

اسلوب بیان:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کا اسلوب بیان بہت عمدہ اور اعلیٰ تھا‘ ان کا انداز تحقیق بھی بڑا منفرد تھا‘ وہ عام طور پر مسلمانوں کی اصل کتابوں سے حوالہ دیتے تھے‘ سیرت نگاری کے میدان میں انہوں نے نئے مآخذ کے بارے میں‘ مسلمان علماء کی رہنمائی فرمائی۔

ان سے پہلے عام طور پر مسلمان مورخین اور محققین سیرت نگاری کے لئے روایتی قسم کے ذرائع اور مآخذ پر بھروسہ کرتے تھے‘ جن میں قرآن مجید‘ احادیث‘ سیرت اور تاریخ کی کتابیں وغیرہ شامل ہیں‘ انہوں نے پہلی مرتبہ مآخذ کی اس فہرست میں اضافہ کیا اور سیرت نگاری کے لئے دوسرے میدان بھی تلاش کئے۔ جن میں ابتدائی دور میں فقہ اور اصول فقہ پر لکھی جانے والی امام محمد الشیبانیؒ‘ امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ اور ان کے شاگردوں وغیرہ کی کتابیں شامل ہیں‘ امام السرخسی کی شرح السیر الکبیر ان کی توجہ کا خاص مرکز رہی۔ انہوں نے سیرت نگاری پر بہت سا مواد امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کی کتابوں سے حاصل کیا‘ اسی طرح وہ ابتدائی دور کی شاعری‘ حتیٰ کہ کتب لغات سے بھی استفادہ کرتے تھے‘ اس طرح انہوں نے سیرت نگاروں کے لئے اس عنوان پر لکھنے کا فن وسیع کیا۔

انہوں نے سیرت نگاری کے میدان میں قیاس واستقراء کا بھی بہت عمدہ استعمال کیا‘ وہ ایک جزئی واقعے سے لے کر اس پر بہت سے احکام مستنبط کرتے تھے‘ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لئے انہوں نے آنحضورﷺ

''بحیثیت مقنن'' اور ''عہد نبوی میں نظم ونسق مملکت'' وغیرہ کے مقالات لکھے' ان مقالات میں ان کا یہ اسلوب انداز کمال پر نظر آتا ہے' ان مقالات میں' ڈاکٹر صاحب نے مختلف واقعات لے کر رسول ﷺ کی قانون سازی اور آپ کے انتظامی امور کے بارے میں بہت عمدہ معلومات مہیا کی ہیں' جو صرف انہی کا حصہ اور خاصہ تھا۔

ان کا قلم سیرت کی نزاکتوں سے بھی پوری طرح آگاہ تھا' وہ جب سیرت کے میدان میں اترتے تو باوضو ہو کر اترتے' الفاظ کا بہت عمدہ انتخاب فرماتے' وہ آنحضور ﷺ کی ذات اقدس کے مقام ورتبہ سے میل نہ رکھنے والے الفاظ سے مکمل احتیاط فرماتے' اس طرح اپنے الفاظ کے ذریعے بھی وہ خدمت اقدس میں سے خراج تحسین ادا فرماتے اور اپنے قلم کو سرکار مدینہ کی خدمت میں نیازمندانہ طور پر پیش کرتے تھے' یہی وجہ ہے کہ ان کے قلم میں ایک تاثیر نظر آتی ہے۔ پڑھنے والے کے دل پر ان کے تحریر واسلوب کا اثر ہوتا ہے۔

کتابوں کی تحقیق وتدوین:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے قلم نے جو عظیم کارنامے انجام دیئے' ان میں بہت سی کتابوں کی تحقیق وتدوین تو بھی شامل ہے' انہوں نے حضرت ہمام بن منبہ کے صحیفہ کو تصحیح وتحقیق کے ساتھ طبع کیا' جو ان کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے' یہ صحیفہ حدیث کے قدیم ترین صحیفوں میں سے ایک ہے' اس کی اشاعت سے تدوین حدیث پر کئے جانے والے بہت سے اعتراضات کی از خود نفی ہو گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں نے حدیث کی حفاظت واحادیث میں بہت ہی محنت کی ہے' اور یہ کام اسلام کی ابتدائی تاریخ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

اس کے علاوہ انہوں نے ابن قتیبہ کی کتاب الانواء (حیدر آباد۔دکن ۱۹۵۶ء)' البلاذری کی انساب الاشراف (جلد اول' مصر ۱۹۵۹ء) القاضی الرشید کی الذخائر والتحف (مطبوعہ الکویت ۱۹۵۹ء) ابن القیم کی مقدمہ فی علم السیر یا حقوق الدول فی الاسلام فی احکام اہل الذمہ (دمشق ۱۹۷۱ء) الدنیوری کی کتاب (مطبوعہ ۱۹۷۳ء)' سیرت ابن اسحاق (مطبوعہ الرباط' ۱۹۷۶ء) الواقدی کی فتوح العراق (پیرس و بیروت ۱۹۸۹ء) امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب الیسر (حیدر آباد ۱۹۸۹ء) تحقیق سے شائع کی ہیں' جو ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ کیا' جو اب تک بیس مرتبہ شائع ہو چکا ہے' پہلی مرتبہ پیرس سے ۱۹۵۹ء میں طبع ہوا' اس ترجمہ کو ''مجمع الملک فہد'' نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ قرآن کے طور پر سب سے عمدہ قرار دیا اور سرکاری طور پر اسے طبع کیا ہے۔

الغرض ان کی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے۔ وہ ایک عظیم انسان اور ایک عظیم محقق تھے' اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں عمدہ ترین جگہ عطا فرمائے اور ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ امین